دعوت وردا ور تعلیم و ترغیب کو بڑے نرالے اور اچھوتے انداز میں پیش کیا۔ آپ کے یہ شعر عربی ادب سے متعلق احباب کے لئے ایک انمول خزانہ ہیں۔

نثری خدمات :۔

کتابیں تو آپ نے کافی لکھیں جیسا کہ ابن سعد لکھتے ہیں ۔

فروی روایة کثیرة وصنف کتبا کثیرة فی ابواب العلم وصنوفه حملها عنه قوم وکتبها الناس عنهم ۔ [1]

یعنی کثرت سے روایت کی اور علمی موضوعات پر کافی تعداد میں کتابیں لکھیں ایک قوم نے آپ سے ان کتابوں کو روایت کیا اور اس قوم سے کثیر تعداد میں لوگوں نے لکھا ۔ کثرت تعداد کے علاوہ ابن سعد کے اس قول سے کتب کی کی گراں قدری اور مانگ بھی عیاں ہوتی ہے ۔

آپ کی ان متعدد تصانیف میں سے صرف چند کا تذکرہ مختلف جگہوں میں ملتا ہے جن میں سے بعض کے مخطوطے اب زیور طباعت سے آراستہ ہو کر اہل علم کے ہاں پہنچ چکے ہیں باقی کتب کے مخطوطوں کے بارے میں بھی ابھی تک کچھ نہیں کہا جا سکتا ۔ مذکورہ تصانیف کے بارے میں مختصر تعارف ذیل میں دیا جاتا ہے ۔

۱ ۔ تفسیر القرآن :۔

یہ تفسیر مخطوط کی صورت تک ہی رہی لیکن یہ مخطوطہ ابھی تک مفقود ہے ۔ اور یہ بھی کہیں سے نہیں مل سکا کہ یہ کتاب کس دور تک کس روایت میں کہاں اور کس کے ہاں پہنچ پائی ۔ صرف تفسیری تصنیف کا نام کی حد تک کا تذکرہ اسمٰعیل باشا بغدادی نے ہدیۃ العارفین میں اور ابن ندیم نے الفہرست میں کیا ہے ۔

۲ ۔ اربعین :۔

تذکروں سے اس حد تک پتہ چلتا ہے کہ یہ ایک حدیث کی کتاب ہے جس کو سب سے پہلے اربعین کی صورت میں آپ نے ہی متعارف کرایا ۔ اس کا وجود بھی مختلف تذکروں سے

---

[1] ابن سعد : طبقات الکبریٰ : ۷ : ۲۷۲ : مطبوعہ بیروت ۱۳۷۷ ھ

صرف نام کی حد تک ملتا ہے۔ کسی روایت یا مخطوطہ کا کہیں سے بھی ذکر نہیں ملتا۔ اسمٰعیل باشا بغدادی نے ہدیۃ العارفین میں اور حاجی خلیفہ نے کشف الظنون میں اس کا ذکر کیا ہے۔

۳۔ کتاب السُنن فی الفقہ:۔

اس کا ذکر بھی نام کی حد تک ملتا ہے۔ مندرجات کے بارے میں کچھ کہا نہیں جاسکتا۔ ہدیۃ العارفین اور الفہرست میں اس کا ذکر آیا ہے۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ یہ احادیث کی ایک فقہی ترتیب ہے۔ اس قسم کی ترتیب پہلے مروج نہیں تھی۔ بلکہ معیوب خیال کیا جاتا تھا۔

۴۔ رقاعُ الفتاویٰ:۔

یہ کتاب بھی اپنے وجود اور مندرجات کے اعتبار سے مفقود الحال ہے۔ اس کا ذکر ہدیۃ العارفین اور کشف الظنون میں کیا گیا ہے۔ کشف الظنون کی عبارت سے یہ گمان گزرتا ہے کہ اس کا نام الرقاق بھی ہے۔ کشف الظنون کی عبارت ہے "رقاع الفتاوی۔ الرقاق لعبد اللہ بن المبارک الحنظلی المروزی المتوفی ۱۸۱ھ" اس عبارت کے لکھنے کے بعد اسی صفحہ ۱۱۹ پر پھر آگے "الرقاق۔ لعبد اللہ بن المبارک" کے نام سے علیحدہ ذکر کیا جاتا ہے۔ ابوبکر محمد بن عمر بن خلیفہ الاموی نے اپنی کتاب "فہرست ما رواہ عن شیوخہ" میں حضرت عبد اللہ بن مبارک کی "کتاب الرقائق" نامی کتاب کا سلسلہ روایت ذکر کیا ہے۔ چونکہ یہ سب کچھ وجود اور حال کے اعتبار سے نامعلوم ہیں۔ اس لئے حتمی طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ کیا یہ تین علیحدہ علیحدہ کتابیں ہیں۔ (۱)۔ رقاع الفتاویٰ (۲)۔ الرقاق (۳) کتاب الرقائق یا ایک ہی کتاب کے مختلف نام ہیں۔ یا رقاع الفتاویٰ کے مختلف معروف ابواب ہیں جن کو علیحدہ کتابی صورت دی گئی ہے۔

۵۔ الدقائق فی الرقائق

اس کتاب کا ذکر ہدیۃ العارفین میں کیا گیا ہے۔ جیسا کہ پہلے بتایا گیا ہے کہ رقاع الفتاویٰ کا بھی علیحدہ کتاب کے طور پر ہدیۃ العارفین میں ذکر ہے۔ اس لئے نظر یہی آتا ہے کہ یہ رقاع الفتاویٰ سے علیحدہ کتاب ہے۔ باقی رہا مسئلہ الرقاق کے ساتھ اسکی

مناسبت کا، تو اس میں شبہ والی بات ہے۔ الرقائق کا ذکر صرف کشف الظنون میں کیا گیا ہے۔ اور محمد بن عمر ابن خلیفہ الاموی نے کتاب الرقائق کے نام سے کتاب کا سلسلۂ روایت ذکر کیا ہے۔ نظر یہ آتا ہے کہ کتاب الرقائق اور الرقاق ایک ہی کتاب کے دو نام ہیں اور الرقائق فی الرقائق اس کی تلخیص یا تشریحی شکل ہے ———— ۔ چونکہ وجود اور حال کے اعتبار سے یہ سب مفقود ہیں اس لئے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ بذات خود ایک علیحدہ کتاب ہو۔ گمان ہر دو طرح سے کیا جا سکتا ہے لیکن حتمی رائے قائم کرنا مشکل ہے۔

۶۔ کتاب الزھد والرقائق

حضرت عبداللہ بن مبارک ایک عالم، عابد، محدث، مفسر، مورخ، شاعر اور تاجر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک بہت بڑے زاہد تھے۔ تذکروں میں آپ کو اجلاً زھاد میں شمار کیا گیا ہے۔ زہد سے آپ کی یہ نسبت آپ کی اس کتاب سے جھلکتی ہے۔ کتانی نے الرسالۃ المستطرفہ میں اس کتاب کا تعارف کراتے ہوئے لکھا ہے۔

"والزھد لعبد اللہ بن المبارک، وھو مرتب علی الابواب فیہ احادیث واھیہ"

یعنی زہد پر عبداللہ بن مبارک کی کتاب ہے جس کو مختلف ابواب میں مرتب کیا گیا ہے۔ اس میں بعض واہیہ قسم کی احادیث ہیں۔

اس کتاب کا ذکر بروکلمان کی تاریخ ادب العربی میں، کتانی کے الرسالۃ المستطرفہ میں، اسمٰعیل باشا بغدادی کی ہدیۃ العارفین میں، حاجی خلیفہ کی کشف الظنون اور اور ابن ندیم کی الفہرست میں ملتا ہے۔ یہ کتاب مخطوطہ کی شکل میں جامع قرومین کے کتب خانہ اور المانیا میں لائبزگ کے کتب خانہ میں محفوظ ہے۔ ۱۹۶۶ء میں حبیب الرحمٰن الاعظمی کی تحقیق و تعلیق کے ساتھ مالیگاؤں (ہندوستان) سے زیور طباعت سے آراستہ ہونے کے بعد اب اہل علم و دانش کے پاس پہنچ چکا ہے۔ لائبزگ کے کتب خانہ میں اس کے مخطوطے کا نمبر ۲۶۵/۲۹۶ ہے۔

کتاب الجہاد

حضرت عبداللہ بن مبارک ایک مجاہد تھے۔ جس کی وجہ سے آپ کو جہاد سے والہانہ

۱؎ یہ وہ روایت ہے جن کی سند پر اعتماد نہ کیا جا سکتا ہو۔

حضرت فضیل بن عیاض عابد الحرمین کو جہاد کی ترغیب دیتے ہوئے لکھتے ہیں

یا عابد الحرمین لو ابصرتنا　　لعلمت انك فی العبادة تلعب
او کان یتعب خیله فی باطل　　فخیولنا یوم الصبیحة تتعب
ریح العبیر لکم ونحن عبیرنا　　رہج السنابك والغبار الاطیب
ولقد اتانا من مقال نبینا　　قول صحیح صادق لا یکذب
لا یستوی غبار خیل الله فی　　انف امرئ ودخان نار تلهب
هذا کتاب الله ینطق بیننا　　لیس الشهید بمیت لا یکذب

جہاد سے آپ کی وابستگی مندرجہ بالا اشعار کے ایک ایک حرف سے جھلکتی ہے۔ اس لگن کے ہاتھوں آپ نے اُن احادیث و روایات کو اکٹھا کر دیا جن سے جہاد کی عظمت اور ضرورت کی نشاندہی ہوتی ہے۔ اس مجموعہ کو کتاب الجہاد کے نام سے موسوم کیا۔ بغدادی، حاجی خلیفہ بروکلمان اور جعفر الکتانی نے اپنی اپنی کتب میں اس کا ذکر کیا ہے۔ ابو بکر محمد بن خلیفہ الاموی نے اپنی کتاب فہرست ما رواہ عن شیوخہ میں اس کا تذکرہ کیا ہے اور اس کے بعد روایت کے سلسلوں کو ذکر کیا ہے۔ یہاں اس کا کتاب فضل الجہاد کے نام سے ذکر ملتا ہے۔ لائبزگ (المانیا) کے کتب خانہ میں نمبر ۳۲۰ کے تحت اس کا مخطوطہ ملتا ہے اس مخطوطہ کے ۴۰ اوراق ہیں۔ پانچویں صدی ہجری میں یا اس سے قبل کے کسی زمانہ میں لکھا گیا۔ اس کو تین بار سنایا گیا۔ پہلی دو سماعتیں ۴۶۲ھ میں اور تیسری سماعت ۴۶۳ھ میں ہوئی۔ مخطوطے دو جز میں روایت کا سلسلہ یہ ہے۔

روایت ابراہیم بن محمد عبداللہ الجلی نے محمد بن سفیان سے انہوں نے سعید بن رحمۃ سے انہوں نے ابو الحسین محمد بن احمد بن محمد الابنوسی الصیرفی سے کی ہے اور ان نے ابو علی حسین بن محمد الدیلمی سے سماعت کی۔

مخطوطہ نسخہ ہیں جس کو جامعہ بغداد کے ممتاز محقق استاد جناب نزیہ حماد کی ضروری تحقیق و تعلیق کے ساتھ بیروت سے ۱۳۹۱ھ میں شائع کر دیا گیا ہے۔

کتاب البرّ والصّلہ :

اس کتاب کا ذکر ہدیۃ العارفین، الفہرست اور رسالۃ المستطرفہ میں کیا گیا ہے لیکن اپنے حال اور وجود کے اعتبار سے آج کل معدوم ہے۔ جعفر الکتانی نے اسے احادیث

کی ان کتابوں کے ذیل میں درج کیا جو کسی مخصوص باب سے متعلق ہیں۔ ؎

کتاب التاریخ :۔

اس کتاب کو بغدادی نے ہدیۃ العارفین میں اور ابن ندیم نے الفہرست میں حضرت عبداللہ بن مبارک سے منسوب کیا۔ لیکن اس کے مندرجات اور وجود کے بارے میں کہیں سے کوئی خبر نہیں ملتی۔

کتاب الاستئذان :۔

جناب جعفر الکتانی نے احادیث کی مخصوص باب سے متعلق کتب میں اس کا ذکر کیا ہے۔ اس کا اور کسی تذکرہ نگار کے ہاں وجود نہیں ملتا۔ یہ بھی مفقود الوجود ہے جس کی وجہ سے اس کے مندرجات کا اس سے زیادہ پتہ نہیں دیا جا سکتا۔

حضرت عبداللہ بن مبارک ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے مطلقاً حدیث کو سب سے پہلے جمع کرنا شروع کیا۔ جناب زکریا انصاری کا ایک قول عراقی کے الفیہ کی شرح میں وارد ہے کہ سب سے پہلے مطلقاً جن لوگوں نے احادیث کو جمع کیا۔ وہ مکہ میں ابن جریج، مدینہ میں امام مالک اور ابن ابی ذئب شام میں اوزاعی، کوفہ میں امام ثوری، بصرہ میں سعید بن ابی عروبہ، ربیع بن صبیح اور حماد بن سلمہ، یمن میں معمر بن راشد اور خالد بن جمیل، رے میں جریر بن عبدالحمید اور خراسان میں عبداللہ بن مبارک ہیں۔

اس کے بعد امام جعفر الکتانی تدریب الراوی کے ایک قول کو نقل کرتے ہیں۔

"سب سے پہلے ان کو یعنی آثار کو جمع کرنے والے مکہ سے ابن جریج، ابن اسحٰق اور امام مالک مدینہ سے، ربیع بن صبیح سعید بن ابی عروبہ اور حماد بن سلمہ بصرہ سے، کوفہ سے سفیان ثوری، شام سے اوزاعی، واسط سے ہشیم یمن سے معمر، رے سے جریر بن عبدالحمید، اور خراسان سے ابن المبارک ہیں۔

مندرجہ بالا دونوں روایات میں ان لوگوں کا ذکر ہے جن کے بارے یہ خیال کیا جاتا ہے کہ سب سے پہلے مطلقاً حدیث کو ان لوگوں نے جمع کیا۔ جس میں نہ تو ابواب کی تخصیص کی گئی اور نہ ہی کسی دوسری صنف کو سامنے رکھا گیا

؎ جعفر الکتانی: الرسالۃ المستطرفۃ: ۴۳ مطبوعہ کراچی ۱۹۶۰ء

حافظ ابن حجر اور عراقی کے خیال میں یہ جملہ لوگ ہم عصر تھے اس لئے کسی کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ سب سے پہلے آثار کو کس نے جمع کیا، جناب عبدالصمد صارم نے اپنی کتاب "تاریخ الحدیث"، میں حضرت عبداللہ بن مبارک کی تصنیف اربعین کو اس دور کی اپنی صنف اربعینت کے اعتبار سے پہلی کتاب قرار دیا ہے[1] جس میں ابواب اور مسانید کی کوئی قید نہ تھی ۔ جبکہ آپکی زیادہ تر کتب مخصوص ابواب پر تھیں جن کا پہلے تعارف کرایا جا چکا ہے ۔

شعری خدمات

حضرت عبداللہ بن مبارک کو اللہ تعالیٰ نے دیگر صلاحیتوں کے ساتھ شاعرانہ کمالات سے بھی نوازا تھا ۔ آپ ایک باذوق اور موزوں طبیعت کے مالک تھے ۔ آپکے ہاں پیشہ دارانہ شاعروں کی طرح آورد نہیں تھی بلکہ اپنی ذوقیت اور موزونیت کی فطری صلاحیتوں کی وجہ سے شعر آپ کی زبان سے خود بخود نکلتے تھے ۔ جو رنگ آپ کے کردار اور اذکار سے جھلکتا ہے وہی رنگ آپ کے شعروں میں ملتا ہے ۔ شعر آپ کے جذبات اور احساسات ترجمان تھے ۔ اس لئے آپ کا کلام آپکے کردار، افکار، جذبات اور احساسات کا آئینہ ہے ۔ آپ کی شاعری پر ایمان وایقان، دعوت وارشاد اور تعمیری واصلاحی تنقید کا رنگ نمایاں ہے ۔ آپنے بعض علماء کے محاسن کو بھی اپنے شعروں میں بیان کیا ہے جس سے آپ کے احساسات مترشح ہوتے ہیں ۔

آپ کے شعروں میں کمال کا ایجاز و اختصار پایا جاتا ہے ۔ اور اس طرح اشعار میں تنقید و تعریف، دعوت و تسلیم اور ترہیب و ترغیب کو بڑے لطیف اور حسین ادبی انداز میں پیش کیا گیا ہے ۔ آپ کے شعروں کی ایک اور نمایاں خوبی اعتدال اور حقیقت بیانی ہے شعروں میں کسی قسم کی کوئی مبالغہ آرائی نہیں ملتی ۔ جو آپ نے دیکھا یا محسوس کیا وہی کچھ بیان کیا اور بڑے بے لاگ اور جرأت مندانہ انداز میں بیان کیا ۔ جس سے آپ کی شاعرانہ حیثیت میں وہ تمام کمالات آجاتے ہیں جو ایک مسلمان شاعر میں ہونے چاہئیں ۔ آپ کی شاعری سے آپ کی محدثانہ حیثیت جہاں ایک ایک لفظ اور ایک ایک عمل کو پرکھا اور جانچا جاتا

---

[1] عبدالصمد صارم : تاریخ الحدیث : ۶۳ مطبوعہ لاہور ۱۳۵۴ھ

ہے۔ اس قسم کے کلام کا شکار نہیں ہوتی۔ اس طرح آپ کے شعری اور نثری خزانے اسلامی ادب کا گراں قدر قیمتی سرمایہ ہیں۔ ذیل میں ہم آپ کے بکھرے ہوئے کلام کو ترتیب سے جمع کرتے ہیں۔

۱۔ بحر بسیط

یا طالب العلم باشر الورعا — وهاجر النوم واهجر الشبعا

یا ایها الناس انتم عشب — یحصده الموت کلما طلعا

لا یحصد المرء عند ذائقته — الا الذی فی حیاته زرعا[1]

ترجمہ: اے طالب علم پرہیزگاری میں سبقت کر، نیند سے علیحدگی اختیار کر اور شکم پروری سے اجتناب کر لے۔

اے لوگو! تم اس سبز گھاس کی طرح ہو جس وقت سر ابھارتی ہے موت اسے کاٹ دیتی ہے۔

آدمی موت کے بعد کچھ نہیں کاٹتا مگر وہی کچھ جو اس نے اپنی زندگی میں بویا ہوتا ہے۔

۲۔ اری اناسا بادنی الدین قد قنعوا — ولا اراهم رضوا بالعیش بالدون

فاستغن بالدین عن دنیا الملوک کما — استغنی الملوک بدنیاهم عن الدین[2]

قد یفتح المرء حانوتا لمتجره — وقد فتحت لک الحانوت بالدین

بین الاساطین حانوت بلا غلق — تبتاع بالدین اموال المساکین

صیرت دینک شاهینا تصید به — ولیس یفلح اصحاب الشواهین[3]

و ترجمہ: میں ایک بڑے گروہ کو دیکھ رہا ہوں جو اس دین میں ڈوب گیا جس کو انہوں نے مانگا تھا۔ اور میں اُن کو اس کے بغیر اپنی زندگی سے خوش ہوتے نہیں دیکھتا۔

و پس آپ بادشاہوں کی دنیا کے مقابلہ میں اپنے دین سے قوت حاصل کریں جس طرح کہ بادشاہ دین سے اپنی دنیا کی وجہ سے مستغنی ہو گئے۔

و ہر آدمی جیسے اپنی تجارت کے لئے دکان کھولتا ہے آپ نے بھی ایسے ہی دین کی

---

[1] جامع بیان العلم وفضلہ: ۱: ۱۹۲

[2] کتاب الورقہ: ۱۴

[3] ابو الطیب قنوجی: تاج المکلل: ۵۸

اپنے لئے دکان کھول لی ہے۔

و چنانچہ دوستوں کے درمیان بغیر تالہ لگی دکان کھل گئی ہے جہاں مساکین کے مال کو دین رکھ کر اس کے ساتھ فروخت کیا جاتا ہے۔

و نیز اب اس شاہین کی طرح ہو گیا ہے جس سے شکار کیا جاتا ہے۔ اور اصحاب الشواہین کے لئے فلاح نہیں ہے۔

جب آپ مکہ جانے لگے تو آپ نے یہ شعر کہے (تاریخ بغداد: ۱۰: ۱۶۶)

بعض الحیاۃ وخوف اللہ اخرجنی ۔۔۔ وبیع نفسی بما لیست لہ ثمنا

انی وزنت الذی یبقی لیعدلہ ۔۔۔ ما لیس فلا واللہ ما اتزنا

دنیا کی زندگی سے نفرت اور اللہ کے خوف نے مجھے (جہاد کے لئے) نکالا۔ اور اپنے نفس کی فروخت نے جس کی کوئی قیمت نہیں۔ میں نے باقی رہنے والی چیز کا اندازہ لگانے کے لئے اس کو تولا تو وہ کچھ نہ نکلا بس نہیں خدا کی قسم ہم نے تل کر نہیں دیکھا۔

بحر خفیف

ان تلبست عن سؤالك عبداللہ ۔۔۔ ترجع عذا مخفی حنین

فاعنت الشیخ بالسؤال تجده ۔۔۔ سلسا یلقیك بالراحتین

واذا لم تصح صیاح الثكالی ۔۔۔ قمت عنه وانت صفر الیدین[1]

بحر رمل :-

۱ - آخر العلم لذیذ طعمه ۔۔۔ وبدی الذوق منه كالصبر[2]

ترجمہ علم کا آخر لذیذ ہے جبکہ اس کی ابتدار کا ذائقہ صبر کی طرح کڑوا ہے۔

۲ - ایها الناسك الذی لبس الصو ۔۔۔ ف واضحی یعد فی العباد

الزم الثغر والتعبد فیه ۔۔۔ لیس بغداد مسكن الزهاد

---

[1] انباہ الرواۃ علی انباہ النحاۃ : ۱ : ۳۴۷

[2] جامع بیان العلم وفضلہ : ۱ : ۹۰

[3] جامع البیان العلم وفضلہ لابن عبدالبر : ۱ : ۹۰

ان بغداد للملوک محل ومناخ للقاری العباد[۱]

ترجمہ: اے عباؤں پہننے والے اور چاشت میں داخل ہونے والے عبادت گذاری کے اندر تو وعدہ کرتا ہے۔ تو ملکی سرحدوں کو ٹھکانہ بنا لے اور وہیں عبادت کر۔ بغداد زاہد لوگوں کے لئے کوئی اچھی جگہ نہیں۔ بے شک بغداد بادشاہوں کی اور صبا و قفرت عابدوں کی اقامت گاہ ہے۔

زعموها سألت جاراتها — وتعرت ذات یوم تبترد
أکما ینعتنی تبصرننی — عمرکن الله أم لا یقتصد
فتضاحکن وقد قلن لها — حسن فی کل عین من تود
حسدا حملنه من شأنها — وقدیما کان فی الناس الحسد[۲]

ترجمہ: لوگ اس کو یا جانتے ہیں جس عورت نے اپنی ہمجولیوں سے پوچھا اسے اس وقت اپنا پتہ چلتا ہے جب کبھی وہ ٹھنڈے پانی سے غسل کرتی ہے۔

جس طرح خون کی سُرخی نے مجھے ڈھانپ لیا ہے جس کو تم عورتیں بڑے تجسس انداز میں دیکھ رہی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں بھی اسی طرح بنایا ہے۔ تم اس سے نفع اندوز کیوں نہیں ہوتیں۔

وہ سب ہنس پڑیں اور اسے کہنے لگیں۔ حسن ہر اس آنکھ میں ہوتا ہے جو محبت کرتی ہے۔ اس کے رویہ سے وہ سب حسد کرنے لگیں اور یہ بہت پرانی بات ہے کہ تعجب خیز چیز پر حسد ہوتا ہے۔

---

[۲] ابن عبد ربہ اندلسی: العقد الفرید: ۵: ۴۴-۲

ڈاکٹر اسرار احمد کی مختصر لیکن نہایت مؤثر تالیف
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے
ہمارے تعلق کی بنیادیں
○ خود بھی مطالعہ کیجئے اور اسے پھیلا کر تعاون علی البر کی سعادت حاصل کیجئے
ہدیہ فی نسخہ تین روپے تبلیغی مقصد کیلئے یک صد نسخوں پر ۳۳ فی صد کمیشن دیا جائے گا

تعارف و تبصرہ

نام کتاب : سندھ کے حالات کی سچی تصویر
مصنف : محمد موسیٰ بھٹو
مطبوعہ : سندھ نیشنل اکیڈمی، حیدرآباد
قیمت : ۱۵ روپے

حال ہی میں ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے اندرون سندھ کا ایک دورہ کیا ہے اور اس کی تفصیلی رپورٹ جون ۱۹۸۶ء کے ماہنامہ میثاق میں شائع ہوچکی ہے اس دورے کی رپورٹ نے ہر محب وطن پاکستانی کو مضطرب اور بے چین کر دیا ہے کہ آخر اندرون سندھ جو کچھ ہو رہا ہے۔ اس کی تفاصیل اور تجزیے سے اہل پنجاب کو کیوں بے خبر رکھا جا رہا ہے۔ اور سندھ میں حالات کے اس حد تک خطرناک ہونے کے باوجود ہماری حکومت اس قدر بے حسی کا شکار کیوں ہے ؟ ضرورت اس امر کی تھی کہ سندھ کا رہنے والا کوئی محبِ وطن پاکستانی اس موضوع پر قلم اٹھاتا اور اہل پاکستان کو ان حالات اور اسباب سے کلی طور پر آگاہ کرتا جو سندھ کو اس خطرناک موڑ تک لے آئے ہیں۔ جناب محمد موسیٰ بھٹو نے "سندھ کے حالات کی سچی تصویر" کے نام سے اپنی کتاب میں ان اسباب واقعات کی پوری تفصیل بیان کی ہے۔ جو سندھ کو اس خطرناک حد تک لے آئے ہیں کہ وہاں کھلم کھلا "پاکستان توڑ دو" کے نعرے لگائے جا رہے ہیں۔ کتاب کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ معاملہ صرف پنجاب سے نفرت کی حد تک نہیں بلکہ اسلام اور مشاہیر اسلام سے بیزاری تک جا پہنچا ہے۔ اور اندیشہ ہے کہ یہی جذبہ مزید ترقی کرکے ارتداد تک نہ پہنچ جائے۔

ان حالات کی موجودگی میں زیر تبصرہ کتاب اور اسی قسم کی دیگر کتب کا مطالعہ اور پنجاب میں ایسی کتب کی نشر و اشاعت کا اہتمام کرنا حب وطن کا